بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک میں تہجد باجماعت کی شرعی حیثیت

(۱)

رمضان المبارک میں تہجد کی جماعت کے سلسلہ میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔شافعیہ حنابلہ مالکیہ اورظاہریہ اسکے جواز کے قائل ہیں جبکہ حضرات حنفیہ کے یہاں اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے۔علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نصّا عدم جواز نقل فرماتے ہیں کما فی المبسوط (۱۴۴/۲) لیکن متاخرین حنفیہ نے متعدد روایات کیوجہ سے تنفل بالجماعۃ کی اجازت چند شروط کیساتھ دی ہے۔بنیادی شرط یہ ہیکہ بدون تداعی ہو ورنہ جائز نہیں۔ البتہ تداعی کی تفسیر اور تعبیر میں اختلاف ہے۔علامہ حصکفی، علامہ ابن عابدین شامی، ملاعلی القاری، مولانا رشید احمد گنگوہی اورانکے اتباع میں ہندوستان کے اکثر مفتیان کرام نے تداعی کی تحدید تین یا چار آدمی سے کی ہیں۔اسکے بالمقابل علامہ حلوانی، علامہ قدوری فی احد قولیہ، علامہ عبدالرشید البخاری، علامہ مطرزی صاحب المغرب، علامہ انورشاہ کشمیری، مولانا ظفر احمد عثمانی، اور مولانا خالد سیف اللہ نے تداعی کی تحدید عدد معین سے نہیں کی بلکہ تداعی کی تفسیر اہتمام وکثرت اور مواظبت سے کی ہیں۔لہذا اگر اہتمام اور مواظبت نہ ہوتو تہجد باجماعت جائز ہوگا چاہے تین یا چار آدمی سے زائد ہو۔

وفی تنویر الابصار وشرحه الدر المختار (۹۹/۱) (ولا يصلی الوتر و)لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أی يكره ذلک لو كان على سبيل التداعی بأن يقتدی أربعة بواحد كما فی الدرر ولا خلاف فی صحة الاقتداء اذ لا مانع. اهـ قال ابن عابدين (۴۳۷/۲) قوله (التداعی) هو ان يدعو بعضهم بعضا كما فسره فی المغرب وفسره الوافی بالكثرة وهو لازم معناه. وقوله (أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد او اثنين بواحد فلا يكره وثلاثة بواحد فيه خلاف. اهـ وقد افتی بقول المطرزی فی عصرنا قاضی ديار الهندية مولانا خالد سيف الله فی فتاويه بالاردية (۲۷۲/۲).

وقال شيخ الاسلام العثمانی فی اعلاء السنن (۹۳/۷) قلت تفسير التداعی بالاهتمام والمواظبة اولی من تفسيرها بالعدد والكثرة كما لا يخفی لان الاول اقرب الی اللغة واشبه بها دون الثانی.اهـ وقال المحدث الجليل انور شاه الكشميری ولا جماعة فی صلوة النفل عندنا وكره له التداعی وهو علی اللغة عندی فان الله سبحانه لما جعلنا فی مكنة من تركها وفعلها رأسا فاين ينبغی ان نتداعی له الناس فالنداء من خصائص المكتوبة. وفسره الحلوانی بما فوق الثلاث. قلت وانما اراد الحلوانی ضبطه ليتمشی عليه العوام لا

تفسيره فان اللفظ منكشف فى معناه بين فى مراده لا يحتاج الى تفسير فما ذكره أنسب للفتوى. اهـ من فيض البارى (۲/۴۳۲)

(۲)

جن فقہاء کرام نے تداعی کی تفسیر عدد معین سے کی ہے انکے دلائل کا ماحصل یہ ہیکہ جن احادیث میں تنفل بالجماعۃ وارد ہوا ہے انمیں زیادہ سے زیادہ تین یا چار کا تذکرہ ملتا ہے۔لیکن فریق مخالف جواب دیتا ہیکہ کسی شئ یا عدد کا ذکر اسکے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں اور کسی شرعی مسئلہ کی عدد معین سے تحدید کیلئے دلیل صریح کا ہونا ضروری ہے۔مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب نے اپنی مایہ ناز تصنیف اعلاء السنن میں عدد معین کیلئے نقلی و عقلی دلائل پیش کئے ہیں لیکن اسکے باوجود مذکورہ بالا علت کیوجہ سے عدم تحدید ہی کو ترجیح دی ہے۔معہذا السنن نسائی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہیکہ ایک مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہاں پانچ افراد نفل جماعت میں شریک تھے۔

اخرج الامام النسائى فى السنن (۷۹۸) من طريق سويد بن نصر قال انبأنا عبد الله بن المبارك عن سليمان بن المغيرة عن ثابت عن انس قال دخل علينا رسول الله ﷺ وما هو الا انا وامى واليتيم وام حرام خالتى فقال قوموا فلأصلى بكم قال فى غير وقت صلاة قال فصلى بنا. اهـ
هذا الحديث يدل على انهم كانوا خمسة نفر فعلم ضعف قول من حدد التداعى بالاربعة او الثلاثة.

(۳)

مزید یہ کہ حضرت انس بن مالک سے جواز کا فتوی مصنف ابن ابی شیبۃ میں منقول ہے۔(علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اعلام الموقعین (۴/۹۱) میں رقم طراز ہیں کہ مذاہب اربعۃ میں صحابی کا قول حجت شرعیہ ہے جب اسکے خلاف دلیل نہ ہوں۔)

أخرج ابن أبى شيبة فى المصنف (۲/۲۹۱) فى (باب) التعقيب فى رمضان من طريق عباد عن سعيد عن قتادة عن انس قال لا بأس به انما يرجعون الى خير يرجونه ويبرأون من شر يخافونه. وذكر نحوه محمد بن نصر المروزى (ص ۱۰۵). رجاله كله ثقات من رجال الصحيحن.

حنابلہ کے پایہ تخت محقق علامہ ابن قدامہ حنبلی تعقیب کی تشریح فرماتے ہیں: وفى المغنى (۱/۸۳۷) فأما التعقيب وهو ان يصلى بعد التراويح نافلة أخرى جماعة أو يصلى التراويح فى جماعة أخرى.

تعقیب کے عنوان سے اس مسئلہ کو صرف حنابلہ ذکر فرماتے ہیں اور جواز کیلئے حضرت انس کا فتوی پیش فرماتے ہیں۔

ففی المغنی (١/٨٣٧) فأما التعقيب وهو ان يصلى بعد التراويح نافلة أخرى جماعة أو يصلى التراويح فى جماعة أخرى فعن أحمد انه لا بأس به لان أنس بن مالک قال ما يرجعون الا لخير يرجونه أو لشر يحذرونه وكان لا يرى به بأسا ونقل محمد بن الحكم عنه الكراهة الا انه قول قديم والعمل على ما رواه الجماعة.

اسکے ساتھ ساتھ یہ ذہن نشین رہے کہ امام احمد بن حنبل کے یہاں اگر اس جماعت کیلئے اذان واقامت دی جاوے تو یہ ضرور بدعت ہو جائیگی۔

وقال الامام ابوداود السجستانی صاحب السنن سمعت احمد سئل عن قوم يعقبون فى رمضان فيقول المؤذن فى الوقت الذى يعقبون فيه حى على الصلوة حى على الفلاح. قال اخشى ان يكون هذه بدعة وكرهه. قال ابوداود قلت لاحمد فيجئى الرجل الى ابواب الناس فيناد بهم قال هذا ايسر. اهـ من كتاب مسائل الامام احمد (صـ ٦٢) لأبى داود.

(۴)

اسکے علاوہ سنن ابوداود وسنن نسائی وغیرہ میں قیس بن طلق رضی اللہ عنہ سے منقول ہیکہ انکے والد محترم طلق بن علی رضی اللہ عنہ تراویح اور وتر کی امامت سے فراغت کے بعد باجماعت تہجد کی نماز کی امامت فرماتے۔

أخرج أبوداؤد (١٤٣٩) من طريق مسدد واللفظ له والنسائى (١٦٧٥) من طريق هناد واحمد (٢٣/٤) من طريق عفان وابن خزيمة (١١٠١) من طريق احمد بن المقدام وابن حبان (٢٤٤٠) من طريق آخر كلهم قالوا حدثنا ملازم بن عمرو حدثنا عبد الله بن بدر عن قيس بن طلق قال زارنا طلق بن على فى يوم من رمضان وأمسى عندنا وأفطر ثم قام بنا تلك الليلة وأوتر بنا ثم انحدر الى مسجده فصلى بأصحابه حتى اذا بقى الوتر قدم رجلا فقال أوتر بأصحابک فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول لا وتران فى ليلة. صححه ابن حزم وابن حبان واحمد محمد شاكر وعبد الله بن عبد القادر التليدى المغربى وحسنه الترمذى وابن حجر العسقلانى. قلت والحسن كالصحيح فى الاحتجاج به كما فى التقريب (١:٧٦).

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور انکی اتباع میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ توجیہ بیان کی ہیکہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ نے دونوں جگہوں پر تراویح کی امامت کرائی جسکی وجہ سے انہوں نے تکلفانہ جواب دیا کہ

حضرت طلق رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات تراویح میں سے بعض رکعات ایک جگہ اور بقیہ رکعات دوسری جگہ پڑھائی۔ درحقیقت اسکی کوئی دلیل نہیں اور صحیح تشریح وہ ہے جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ دوسری جگہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ نے تہجد کی امامت کی۔

قال العيني فی شرح سنن ابی داؤد (۵/ ۳۵۱) الثالثة يفهم منه جواز الامامة فی التراويح فی موضعين ولكن ذكر اصحابنا انه اذا صلی فی كل موضع علی الكمال لا يجوز. قلت فعلی هذا يحتمل ان تكون امامة طلق بن علی فی احد الموضعين لا علی وجه الكمال. اهـ وتبعه العلامة السهارنفوری فی بذل المجهود (۲/ ۳۳۳) حيث قال اما اداء طلق بن علی صلوة التراويح مرتين فيمكن ان يوجه انه صلی عند ابنه قيس بن طلق بعضها مع الوتر ثم صلی ما بقی منها باصحابه فی مسجده. اهـ

قلت ولا يخفی ما فيه من البعد والتكلف فان الوتر لا محالة يصلی بعد جميع ركعات التراويح بالاتفاق ولا تصريح ههنا انه صلی بعض صلوة التراويح بل الظاهر من الجزء الاول انه صلی بهم جميع ركعات التراويح ثم اوتر بهم وكذا من الجزء الثانی انه صلی بهم ثم امر رجلا ان يوتر فدل انه صلی بهم ما سوی الوتر.

فالاولی ان يجاب بما حكی الكاندهلوی فی هامش بذل المجهود (۲/ ۳۳۳) عن الجنجوهی بانه صلی اولا التراويح فی مسجد ابنه ثم صلی فی آخر الليل التهجد فی مسجده ولم يوتر بعده لما انه قد اوتر مع التراويح. اهـ وهذا هو الصواب وفيه تصريح جواز التطوع جماعة فی ليالی شهر رمضان المبارك وفيه ايضا رد علی من حدد التداعی بثلاثة او اربعة.

(۵)

شیخ ابوالعباس احمد بن یحی الونشریسی المالکی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ امام ابوالقاسم بن سراج رحمۃ اللہ علیہ بذات خود رمضان المبارک میں باجماعت تہجد کی نماز پڑھاتے تھے اور اسحاق بن راہویہ سے اسکا جواز نقل فرماتے تھے۔

فقد سئل ابو العباس احمد بن يحی الونشريسی المالكی المتوفی بفاس سنة ۹۱۴ هـ عن رجل يقوم رمضان بعد العشاء الآخرة وصلوة الشفع والوتر ويقوم من بعد نومة نامها ويصلی فی المسجد بالجماعة الاشفاع حتی يصبح هل هو من السنة المتقدمة ام لا ؟ فاجاب رحمه الله ان قيام آخر الليل فی جماعة بعد قيام أوله كذلك وقيام وسطه تنازع من ادركنا فی كونه مكروها او جائزا من غير كراهة. والی هذا كان مذهب شيخنا ابو القاسم بن سراج ويفعله بنفسه وكان يذكر جوازه عن اسحاق بن راهويه من ائمة السلف وهو الاظهر عندی ان شاء الله. اهـ من المعيار المعرب والجامع المغرب عن فتاوی اهل افريقية والاندلس والمغرب (۱/ ۱۵۸).

اسیطرح منبع العلوم والحکم مہجر نبوی ومدفن نبوی مدینۃ النبی ﷺ میں سالہا سالوں سے اسی پر عمل ہے۔ علامہ عراقی کے

صاحبزادہ فرماتے ہیں کہ جب انکے والد محترم مسجد نبوی کے والی بنے تو انہوں نے انکی پرانی سنت کا احیاء کیا اور باقاعدہ قرآن کریم کے دوختم شروع کئے ایک تراویح میں اور دوسرا تہجد میں۔ علامہ قسطلانی شارح بخاری اسکونقل کرنے کے بعد تمنا اور دعاء کرتے ہیں کہ انکو مسجد نبوی میں یہ نماز نصیب ہوں۔

حکی الولی بن العراقی فی طرح التثریب (۹۸:۳) ان والده الحافظ لما ولی امامة مسجد المدينة أحيا سنتهم القديمة فی ذلک (ای ست وثلاثين ركعة) مع مراعاة ما عليه الاكثر فكان يصلی التراويح اول الليل بعشرين ركعة على المعتاد ثم يقوم آخر الليل فی المسجد بست عشرة ركعة فيختم فی الجماعة فی شهر رمضان ختمتين واستمر على ذلک عمل اهل المدينة فهم عليه الى الآن. اهـ وحكاه القسطلانی (۲۰۱۰) واقره قائلا وداعيا فنسأل الله الكريم المنان ان يبلغنا صلاتها كذلک فی ذلک المكان فی عافية وامان استودعه تعالی ذلک ونعمة الاسلام. اهـ آمين يا رب العالمين.

اسی طرح ماضی قریب میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تہجد باجماعت کا اہتمام رہا۔ بلکہ حضرت والا نے اس سلسلہ میں ایک فتوی بھی صادر فرمایا تھا جو فتاوی شیخ الاسلام اور حضرت والا کے دیگر کتب میں مطبوع ہے۔

(٦)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہیکہ اس مسئلہ میں اتنی شدت اور سختی نہیں ہونی چاہیئے خصوصا جب لوگوں کے جمع ہونے کا مقصد سماع قرآن ہو۔ یہ بات الگ ہیکہ جو شبینہ کے نام سے ہندوستان میں مشہور ہوگیا ہے جسمیں شرکت کے التزام کیساتھ ساتھ کھانے کا التزام کیا جاتا ہے اور قرآن کریم کو هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْر ایک رات میں مکمل پڑھا جاتا ہے تو یہ بلاشبہ قبیح بدعت ہے جسکا ترک واجب اور ضروری ہے۔ شاید انہی منکرات کیوجہ سے مفتیان ہندوستان نے اسکے خلاف فتاوی شائع کئے ہیں۔ بہرحال اگر ان منکرات اور التزامات سے احتراز کا مکمل انتظام اور امن ہو تو اسمیں روایات اور عمل اہل مدینہ کو سامنے رکھتے ہوئے جواز کی شکل نکلنی چاہیئے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

یوسف شبیر احمد

تلمیذ بدار العلوم العربیۃ الاسلامیۃ بری یو کے

شعبان ۱۴۲۸ھ